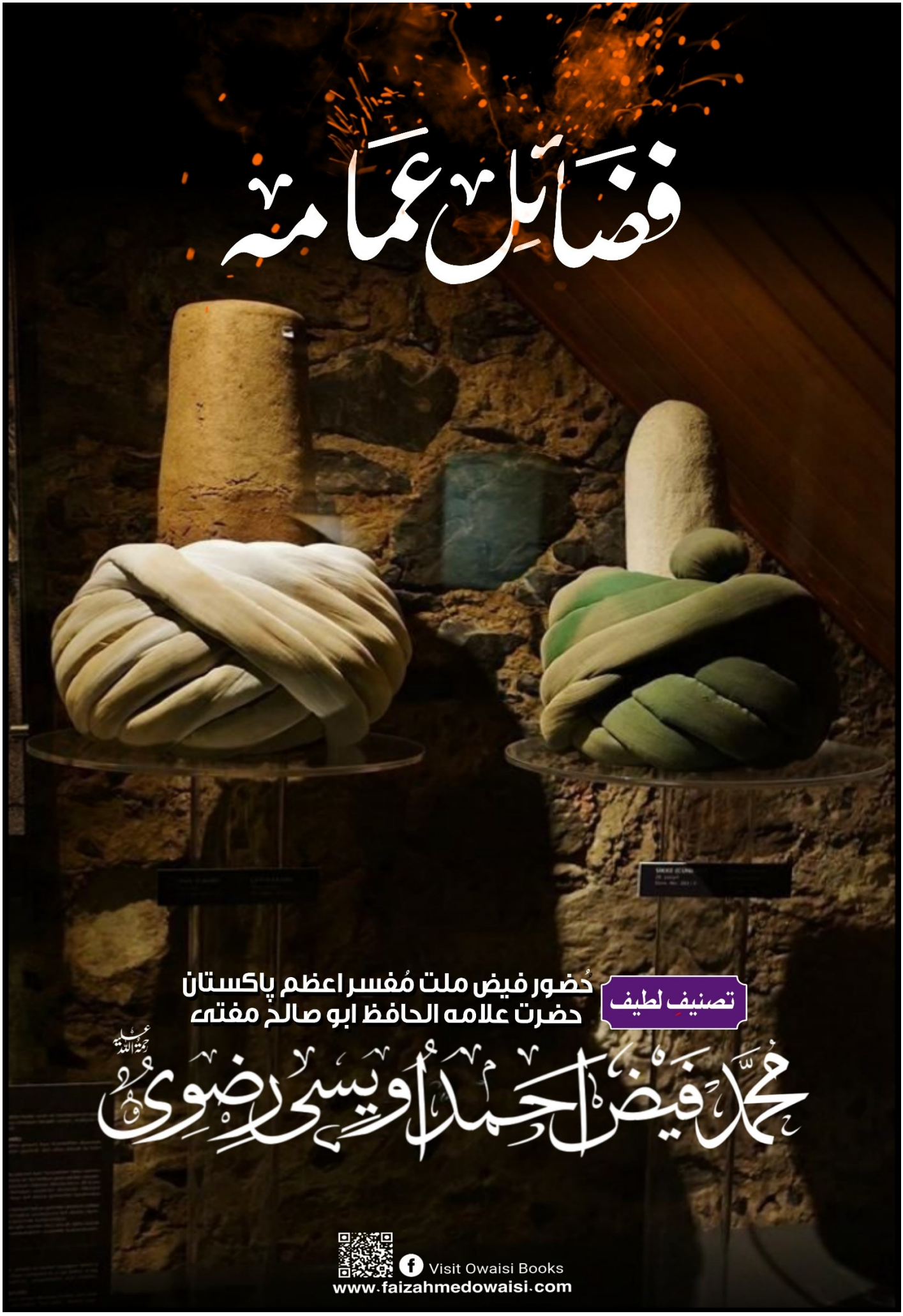
فضائلِ عمامہ
تصنیفِ لطیف
حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ
Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِی أَوۡصَلَ رَسُولَہُ بِالۡھُدَی إِلَی الۡخَاصَّۃِ وَالۡعَامَّۃِ، وَھَدَانَا إِلَی مَحَبَّتِہِ الۡکَرِیۡمِ بِالۡحُجَّۃِ التَّامَّۃِ، وَالصَّلَاۃُ عَلَی حَبِیۡبِہِ خَیۡرِ خَلۡقِہِ الۡمُظَلَّلِ بِالۡغَمَامَۃِ، وَالۡمُنَزَّلِ لِإِعَانَۃِ الۡمَلَائِکَۃِ مُؤۡمِنًا بِالۡعِمَامَۃِ، وَعَلَی آلِہِ وَأَصۡحَابِہِ أُولِی الۡعِزِّ وَالۡکَرَامَۃِ

دورِ دُنیا آخری چکر میں ہے لیکن انسان نشۂ غفلت میں چکنا چُور ہے۔ حالانکہ تھوڑی دیر کے لئے غور و فکر کرنے پر یقین ہو جاتا ہے کہ اس فانی جہاں سے لازماً کُوچ کرنا ہے اور ایسے ملک میں جانا ہے جہاں سے واپس لوٹنے کی تمام اُمیدیں منقطع ہو گئی ہیں۔ پھر یہ عقیدہ ہر مسلمان کے دل میں راسخ ہے کہ مرنے کے بعد اعمال کام آئیں گے اور سب سے بڑا نیک عمل "شہادت فی سبیل اللہ" ہے لیکن شہادت کہاں سے اور کیسے یہ ایک سخت مشکل امر ہے لیکن اُمت کے شفیق نبی علیہ السلام نے خوش خبری سنائی ہے وہ یہ کہ جو کسی سُنتِ نبوی کو زِندہ کرے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ [1]

آج کل پگڑی باندھنے کی سنت مردہ ہو چکی ہے اُسے زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا اَجر و ثواب نصیب ہوتا ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پگڑی باندھیں اور اپنے حلقۂ اَثر میں سختی سے پابندی کرائیں۔

فقیر اپنے دور کے علماء، مقتدر، مُفتین، مُدرّسین، واعظین، مشائخِ طریقت، سجادہ نشینوں اور عوام سے اپیل کرتا ہے کہ خدارا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کریں اور اپنے ماتحتوں سے عمل کرائیں، تاکہ ہر سُنت تا قیامت زندہ و تابندہ ہو۔ اس سے قیامت میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قُرب نصیب ہو گا۔

وَمَا عَلَیۡنَا إِلَّا الۡبَلَاغُ الۡمُبِیۡنُ

فقیر اُویسی غفرلہٗ

بہاولپور — پاکستان ۴ ذی قعد، ۱۴۰۰ھ

اِستفتاء

بخدمتِ اقدس حضرت مولانا مفتی محمد فیض احمد اُویسی قادری، شیخ التفسیر والحدیث، دارالعلوم جامعہ اُویسیہ رضویہ بہاولپور

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ! کیا فرماتے ہیں علماءِ اہلِ سنت والجماعت اس مسئلہ میں کیا بغیر عَمامہ (پگڑی) یا ٹوپی کیساتھ یا ٹوپی پر رُومال باندھ کر امام نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو امامِ مسجد قصداً بغیر عَمامہ کے ساتھ امامت کرے اُسکی اِقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا خلافِ سنتِ مطہرہ ہے یا نہیں؟ تمام باتوں کا کتاب و سُنت اور کُتبِ حنفیہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ثواب حاصل کریں۔

فَقَطۡ وَالسَّلَامُ: سائل تاج محمد صدیقی قادری

یکہ توت پشاور ۱۷ شوال، ۱۳۹۲ھ

---

[1] (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، 1/ 62، الحديث 176 ـ(37)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

الجواب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ہمارے دور میں ہم چوں من دیگرے نیست[2] کا مرض زوروں پر ہے وہ مسائل شرعیہ جن کے لئے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کبھی اختلاف کا نام نہ لیتے تھے آج وہ توڑ مروڑ کی زد میں ہیں اور ہر شخص متجدد بنکر اپنی رائے کے مطابق دلائل دیتا ہے اس س مسئلہ کی حقیقت رُوپوش ہو کر رہ جاتی ہے۔اور متجدد دین کی کارروائی سے سُنتِ مطہرہ نیم بسمل ہو جاتی ہے۔کسے معلوم نہیں کہ عَمامہ (پگڑی) باندھنا حضورِانور سیدِعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنتِ مُتواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحدِ ضروریاتِ دین کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور اس میں کسی مذہب والے کو اختلاف بھی نہیں ہے سوائے ماڈرن مسلم کے کہ جسے مغربیت چھو گئی اور اس کے جادو میں ایسا پھنسا ہے کہ اُلٹا اِس پھنس پھنساؤ کو نہ صرف اپنی نجات سمجھتا ہے بلکہ اس پر نازاں وفرحان ہے۔ورنہ اَہلِ علم خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں علمی لحاظ سے سب مانتے ہیں کہ عَمامہ (پگڑی) باندھنا سُنت ہے اور صرف ٹوپی کافروں کی وضع ہے۔

چنانچہ مرقات شرح مشکوۃ،ص۴۲۷،ج۴ میں ہے:

وَلَمْ يُرْوَ أَنَّهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَبِسَ الْقَلَنْسُوَةَ بِغَيْرِ الْعِمَامَةِ، فَيَتَعَيَّنُ أَنْ يَكُونَ هَذَا زِيُّ الْمُشْرِكِينَ[3]

یعنی ہر گز مروی نہیں کہ حضور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بغیر عَمامہ کے ٹوپی پہنی ہو معین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

اسی شرح مشکوۃ میں بعد ذکرِ بعض احادیث،فضیلت عَمامہ لکھتے ہیں:فَهَذَا كُلُّهُ يَدُلُّ عَلَى فَضِيلَةِ الْعِمَامَةِ مُطْلَقًا، نَعَمِ الْجَمْعُ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ أَنَّهَا مَعَ الْقَلَنْسُوَةِ أَفْضَلُ إِمَّا لِيَحْصُلَ بِهَا الْبَهَاءُ الزَّائِدُ، أَوْ لِأَنَّ الْقَلَنْسُوَةَ تَقِيهَا مِنَ الْعَرَقِ، وَلِهَذَا تُسَمَّى عَرَقِيَّةً، فَلُبْسُهَا وَحْدَهَا مُخَالِفٌ لِلسُّنَّةِ، كَيْفَ وَهِيَ زِيُّ الْكَفَرَةِ، وَكَذَا الْمُبْتَدِعَةُ فِي بَعْضِ الْبُلْدَانِ[4]

یعنی ان سب سے عَمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ ٹوپی کے بغیر ہونے سے ٹوپی کے ساتھ اَفضل ہے اور خالی ٹوپی خلافِ سُنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلاد میں اَہلِ بدعت کی وضع ہے اور پر رومال اوڑھنا۔اس کے متعلق ان شاءاللہ آخر میں عرض کیا جائے گا۔

جب دلائل سے اپنی جگہ ثابت ہے کہ پگڑی (عَمامہ) پہننا سُنت اور وہ بھی سُنتِ لازمہ دائمہ کہ بھی حضور سرورِعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کے خلاف ننگے سر یا ٹوپی یا رُومال وغیرہ ثابت نہیں،لیکن ہمارے دور میں مرض عام (روحانی) بعض علماء و پیر کہلوانے والوں اور مُدعیانِ شیخیت میں عام ہے اور عوام میں معدوم لیکن وہ عوام جو اِن صاحبان سے متعلق ہوتے ہیں ان میں بھی یہ مرض پایا جاتا ہے وہ یہ کہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِتباع کرتے ہیں حالانکہ وہ اِتباع دراصل اپنی طبیعت کی ہوتی ہے اور بوجہ علم کے اس کے دلائل احادیث و مسائل فقہ کے بعض جزئیات تلاش کر لئے جاتے ہیں مثلاً کسی کو عُمدہ غذا کا شوق ہے تو اُس نے اپنی شیخی بحال رکھنے کے لئے یہ حدیث پیش کر دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تو عمدہ غذا تناول فرمائی

---

[2]) "مجھ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔"(ن اُویسی)

[3]) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2777، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

[4]) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2778، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

ہے چنانچہ ایک فارسی نے آپ کو دعوت دی تھی اور عُمدہ گوشت پکایا تھا[5] اسی طرح کسی کو عمدہ لباس کا شوق ہے تو اس نے اپنے دعویٰ پر حدیث پیش کر دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کسی بادشاہ نے ایک جبہ ہدیہ کیا تھا جس کی آستین وغیرہ میں ریشم کی گوٹ (حاشیہ) تھی اور آپ نے وہ جُبہ زیبِ تن فرمایا تھا[6] کسی کو رؤسا و امراء (رئیسوں و امیروں) کی خوشامد کی عادت ہے اس نے تالیفِ قلوب کے واقعات سنا دیئے۔ اسی طرح ایک شخص لنگی پہنتا ہے وہ بس ازار کی حدیث بیان کر دیتا ہے کوئی پاجامہ پہنتا ہے وہ حدیث ازار میں تاویل کرتا ہے اور کون نہیں مانتا کہ وہ مضامین احادیث میں موجود نہیں لیکن عشقِ مصطفوی اور اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِس کا نام نہیں کہ اپنے مطلب کے لئے احادیث کے دلائل بیان کر دیئے بلکہ عشق واِتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی حالت پر نگاہ ڈالے کہ کیا واقعی میری یہ حالت حقیقت میں اِتباعِ سنت و عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے یا صرف سُنت و حدیث اور مسئلہ شرعی کو محض آڑ بنالیا ہے۔

ہمارے دور میں یہ بیماری عام ہے کہ حضرات علماء و مشائخ و مفتیانِ دین کے معیان (باستثناء) اِتباع تو کرتے ہیں اپنی طبیعت کے تقاضے کا لیکن طبیعت کو بدل کر سُنتِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر چلنا اور اپنی طبیعت پر مُشقت ڈالنا بالکل نہیں چاہتے بلکہ کوئی کہے تو اُلٹا گلے لگتے ہیں اور طرح طرح کے الزام تراشتے ہیں پھر اپنی تائید میں علم و حفظ کی مدد سے بہت سی احادیث اور جزئیات فقہ و اقوال سلف چھانٹ کر اپنے دعویٰ کو ثابت کر کے دکھلاتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے ایک علامہ صاحب کو ہمارے ایک مخلص دوست نے خُفیہ راز میں پوشیدہ طور پر عرض کیا کہ آپ ہمارے دور کے ایک بہترین علامہ، صاحبِ قلم، بڑے مصنف اور خاندانی لحاظ سے اعلیٰ شخصیت کے مالک ہیں فلہذا آپ سُنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہی اپنا لباس و خوراک اور طرز و رَوِش وغیرہ وغیرہ سعی فرمائیں تاکہ عوام آپ کی سیرت و صورت سے متاثر ہو کر اسلامی شعور پیدا کریں وغیرہ وغیرہ۔ اب علامہ صاحب بجائے تلقین و نصیحتِ برادرانہ پر عمل کرنے کے، ناصح پر جو تیر برسائے اور ایسی دُرگت بنائی کہ اُسے سن کر بھی شرمائیں یہود، اور نہ صرف دو چار لفظوں میں بلکہ اسّی (۸۰) نوّے (۹۰) صفحات کی کتاب لکھ کر اور سینکڑوں کی تعداد میں عوام تک پہنچائی۔

اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یا شریعتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بعض افعال و اعمال جو لایا (یہ مُصنف) مصلحۃً یا ضرورۃً کُتبِ احادیث میں موجود ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ان پر عمل کرنے سے متبعِ سُنت یا عاشقِ شریعت سمجھا جائے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اس جیسا نفس پرست اور کوئی نہیں ہو گا۔

سوال: اگر کوئی شخص کہے کہ جس نے حدیث شریف پر عمل کیا یا فقہ کی کسی جزئی کا عامل ہوا اُسے عامل بالسنۃ نہیں کہا جاسکتا اور وہ قابلِ ملامت کیوں؟

جواب: اسے ملامت بایں معنٰی ہے کہ وہ اپنی طبیعت کے تقاضہ پورا کرنے کے بعد بھی عامل بالسنۃ بننا چاہتا ہے۔ ایسے جیسے کوئی خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا چاہتا ہے ہم ایسے شخص کو ضرورت کا بندہ تو کہہ سکتے ہیں اور خواہش نفسانی پر چل کر مواخذہ اُخروی سے بچنے والا بھی کہہ سکتے ہیں لیکن عاشقِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے شرعاً و عرفاً اس طرح سمجھ آتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک باغ میں پھل بہت قسم کے ہوں اُس میں ایک درخت انار کا بھی ہو اور امرُود کا بھی ایک درخت اُس میں ہو۔ ایک دو ناشپاتی کے ہوں مگر باغ کی نسبت اس پھل کی طرف ہو گی جو اس میں زیادہ ہو مثلاً آم کا ہے تو آم کا باغ کہا جائے گا۔ اگر انگوروں کا ہے تو انگوروں کا باغ مشہور ہو گا۔ اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مقدسہ اور شریعتِ مصطفویہ علی صاحبا الصلوۃ والسلام بمنزلہ

---

[5] (صحيح مسلم، كتاب الأشربة، اب ما يفعل الضيف إذا تبعه غير من دعاه صاحب الطعام واستحباب إذن صاحب الطعام للتابع، 3/ 1609، الحديث2037، دار إحياء الكتب العربية)

(سنن النسائي، كتاب الطلاق، الطلاق بالإشارة المفهومة، 6/ 158، الحديث3436، مكتب المطبوعات الإسلامية، سنة النشر: 1414هـ/ 1994م)

[6] (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، 2/ 1242، الحديث4325 ـ(22)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

ایک باغ کے ہیں ان میں ہر قسم کے واقعات اور مسائل ملتے ہیں۔ رخصت کے بھی عزیمت کے بھی ضرورت واجازت کے بھی اور قابلِ عمل بھی لیکن ان کی طرف نسبت اس کی صحیح ہو گی جو انکی طرف کثرت سے منسوب ہو ایسے ہی کوئی شخص اپنے منہ میاں مٹھو بن کر عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا متبعِ سنت کہلاتا پھرے کسی کام کا نہیں جب تک کہ وہ اپنے اندر نبوی عادت و مصطفوی خصلت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جس پر کہ آپ نے دوام فرمایا ہو پیدا نہ کرے۔ ایسے ہی اتفاقی واقعات وحالات پر عمل کرنے کا نام نہ اِتباع ہے اور نہ عشق ایسے شخص کی شرعی مثال ایسے ہے کہ سال بھر مال پر قبضہ جمائے رکھے لیکن جب زکوۃ کا وقت قریب پہنچے تو اپنا مال اپنی عورت یا کسی دوسرے کی ملکیت کر دے پھر اس کے لئے جب سال ختم ہونے کو آئے تو پھر اپنے قبضہ میں لے لے ایسے شخص پر زکوۃ واجب نہ ہو گی اور نہ ہی اس کو زکوۃ نہ دینے پر مواخذہ اور وہ شخص ایسی چالاکی کے بعد بھی کہتا پھرے کہ میں متبعِ شریعت ہوں یا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر ایسی اِتباع اور عشق کو حیف۔ اس طرح سے ایک نہیں سینکڑوں مثالیں اور مسائل پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن **دانا را اشارہ کافی** اور نادان کو دفتر بھی نادانی۔

اس مختصر تمہید کے بعد حضور نبی پاک شہ لولاک سرورِ انبیاء محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں جن میں عاشقِ سُنت اور متبعِ سنت و شریعت کو چیلنج ہے کہ اگر اُسے اپنے نبی علیہ السلام سے عشق اور اِتباعِ سُنت کا شوق ہے تو سر پر پگڑی ہو گی ورنہ صرف ٹوپی یا رومال شریف سر کی زینت ہیں تو عشق اور اِتباع نہیں، بلکہ تقاضائے طبیعت یا جذبۂ مصلحت اس میں اگر گناہ یا مواخذہ نہیں تو عشق اور اِتباع بھی نہیں۔ (فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ)[7]

احادیثِ مبارکہ

1) حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ[8]

یعنی ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ فِي سُنَنِهِ وَالتِّرْمِذِيُّ)

2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لْعِمَامَةُ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ فَصْلُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ، يُعْطَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِكُلِّ كَوْرَةٍ يُدَوِّرُهَا عَلَى رَأْسِهِ نُورًا[9]

یعنی ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے اور یہ کہ جو مسلمان اپنے سر عمامہ باندھے گا اس پر روزِ قیامت اُسے ایک نور عطا کیا جائے گا۔

3) مولا علی و عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ[10] (رواه الديلمي في مسند الفردوس) یعنی عمامے عرب کے تاج ہیں۔

4) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

7) (الحشر:2) **ترجمہ:** تو عبرت لو اے نگاہ والو

8) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، الفصل الثاني، 2/ 1244، الحديث3440 ـ(37)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

9) (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه فرع في العمائم، 15/ 305، الحديث41134، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

10) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2777، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ – 2002م)

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه فرع في العمائم، 15/ 305، الحديث41133، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

اَلْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ، فَإِذَا وَضَعُوا الْعَمَائِمَ وَضَعُوا عِزَّهُمْ-[11]

یعنی عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو وہ اپنی عزت اُتار دیں گے۔(مسند الفردوس)

5) امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ائْتُوا الْمَسَاجِدَ حُسَّرًا وَمُعَصِّبِينَ، فَإِنَّ الْعَمَائِمَ تِيجَانُ الْمُسْلِمِينَ-.[12]

یعنی مسجدوں میں حاضر ہو کر سر برہنہ نہ رہے اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔(رواہ ابن عدی)

6) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعْتَمُّوا تَزْدَادُوا حِلْمًا-[13] یعنی عمامہ باندھو تمہارا علم بڑھے گا۔(الطبراني في المعجم الكبير، والمستدرک، وصححه الحاكم)

7) حضرت اُسامہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعْتَمُّوا تَزْدَادُوا حِلْمًا، وَالْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ-[14]

یعنی عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔(رواہ ابن عدي في الكامل، والبيهقي في شعب الإيمان، والطبراني، وأشار المناوي إلى تقويته)

8) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْعَمَائِمُ وَقَارٌ لِلْمُؤْمِنِ وَعِزٌّ لِلْعَرَبِ، فَإِذَا وَضَعَتِ الْعَرَبُ عَمَائِمَهَا فَقَدْ وَضَعَتْ عِزَّهَا-[15]

یعنی عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عمامے اُتار دیں تو اپنی عزت اُتار دیں گے۔(رواہ الديلمي عن عمران ابن حصين رضی اللہ عنہ)

9) حضرت رُکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزَالُ أُمَّتِي عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَبِسُوا الْعَمَائِمَ عَلَى الْقَلَانِسِ-[16]

---

[11] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2777، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ – 2002م)

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه فرع في العمائم، 15/ 305، الحديث41133، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

[12] (الكامل في ضعفاء الرجال، 1900– مبشر بن عبيد أصله كوفي سكن حمص، 8/ 164، الكتب العلمية – بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1418 هـ 1997م)

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه فرع في العمائم، 15/ 307، الحديث41143، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

[13] (المعجم الكبير، باب العين، من اسمه عبد الله، أحاديث عبد الله بن العباس بن عبد المطلب، وما أسند عبد الله بن عباس رضي الله عنهما، أبو جمرة عن ابن عباس، 12/ 221، الحديث12946، مكتبة ابن تيمية ، القاهرة)

(المستدرك على الصحيحين، كتاب الأطعمة، اعتموا تزدادوا حلما، 5/ 272، الحديث7488، دار المعرفة، سنة النشر: 1418هـ/ 1998م)

[14] (الكامل في ضعفاء الرجال، 1599– كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني مديني، 7/ 195، الكتب العلمية – بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1418 هـ 1997م)

(الجامع لشعب الإيمان، الأربعون من شعب الإيمان وهو باب في الملابس والزي والأواني وما يكره منها، فصل في العمائم، 8/ 295، الحديث5849، مكتبة الرشد، سنة النشر: 1423هـ/ 2003م)

(فيض القدير للمناوي،حرف الهمزة، 1/ 555، الحديث1143، دار المعرفة)

[15] (الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، باب الظاء، 3/ 88، الحديث4247، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1406 هـ – 1986م)

[16] (الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، باب لام ألف، 5/ 93، الحديث7569، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1406 هـ – 1986م)

یعنی میری اُمت ہمیشہ دینِ حق پر رہے گی جب تک وہ سروں پر عمامے باندھیں گے۔

10) امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَدَّنِي يَوْمَ بَدْرٍ وَحُنَيْنٍ بِمَلَائِكَةٍ يَعْتَمُّونَ هٰذِهِ الْعِمَّةَ، فَقَالَ: إِنَّ الْعِمَامَةَ حَاجِزَةٌ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ-[17]

یعنی بے شک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک عمامہ کفر اور ایمان میں فارق ہے۔

(رواہ ابن أبي شيبة، وأبو داود الطيالسي، وابن المنيع، والبيهقي)

عبدالاعلیٰ ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: هٰكَذَا فَاعْتَمُّوا! فَإِنَّ الْعِمَامَةَ سِيمَا الْإِسْلَامِ، وَهِيَ حَاجِزَةٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ-[18]

یعنی اِسی طرح باندھو عمامے کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔(رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

11) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

هٰكَذَا تَكُونُ تِيجَانُ الْمَلَائِكَةِ-[19] (رواہ ابن شاذان) یعنی فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

12) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَكْرَمَ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِالْعَصَائِبِ-[20]

یعنی بے شک اللہ عزوجل نے اس اُمت کو عماموں سے مکرم فرمایا۔(رواہ ابو عبد اللہ محمد وابن رزاح في فصل لباس العمائم عن مالك بن مادم مرسلا)

13) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ! فَإِنَّهَا سِيمَا الْمَلَائِكَةِ، وَأَرْخُوا لَهَا خَلْفَ ظُهُورِكُمْ-[21]

یعنی عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور اِنکے شملے اپنے پسِ پشت چھوڑو۔(رواہ الطبراني في الكبير عن عبد اللہ ابن عمر والبيهقي عن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ)

14) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اعْتَمُّوا خَالِفُوا عَلَى الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ-[22] (رواہ البیہقی)

یعنی عمامے باندھو اگلی اُمتوں یعنی یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو وہ عمامے نہیں باندھتے۔

---

[17] (مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث علي بن أبي طالب رضي الله عنه، 1/ 130إلى 131، الحديث149، دار هجر – مصر، الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999م)
(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب السبق والرمي، باب التحريض على الرمي، 10/ 14، الحديث19115، دار المعرفة)

[18] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة من قسم الأفعال، آداب التعمم، 15/ 483، الحديث41911، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

[19] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة من قسم الأفعال، آداب التعمم، 15/ 484، الحديث41913، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

[20] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه، فرع في العمائم، 15/ 307، الحديث41145، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

[21] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه، فرع في العمائم، 15/ 306، الحديث41140، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

[22] (الجامع لشعب الإيمان، الأربعون من شعب الإيمان وهو باب في الملابس والزي والأواني وما يكره منها، فصل في العمائم، 8/ 295، الحديث5850، مكتبة الرشد، سنة النشر: 1423هـ/ 2003م)
(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه، فرع في العمائم، 15/ 306، الحديث41137، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔[23]

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

15) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

الصَّلَاةُ فِي الْعِمَامَةِ عَشَرَةُ آلَافِ حَسَنَةٍ۔[24] یعنی عمامہ کیساتھ نماز، دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔(رواہ الدیلمی)

16) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

وَالْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ، فَاعْتَمُّوا تَزْدَادُوا حِلْمًا، وَمَنْ اعْتَمَّ فَلَهُ بِكُلِّ كَوْرَةٍ حَسَنَةٌ، فَإِذَا حَطَّ فَلَهُ بِكُلِّ حَطَّةٍ حَطَّ خَطِيئَةً۔[25]

یعنی عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامے باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اُس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلا ضرورت یا ترکِ قصد پر) اُتارے تو یہ اُتارنے پر ایک خطاء ہے یا جب (بضرورت بلا قصد ترک بلکہ بارادہ معاودت) اُتارے تو ہر پیچ اُتارنے پر ایک گناہ اُترے۔

17) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ۔[26] (رواہ الدیلمی وابن اسحاق)

یعنی عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

18. عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ) فَحَدَّثَنِي وَحَدَّثْتُهُ مَلِيًّا، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا أَبَا أَيُّوبَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِحَدِيثٍ تُحِبُّهُ وَتَحْمِلُهُ عَنِّي وَتُحَدِّثُ بِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى۔

قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَتَعَمَّمُ، فَلَمَّا فَرَغَ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: أَتُحِبُّ الْعِمَامَةَ؟ قُلْتُ: بَلَى۔

---

[23] (مسند الشاميين للطبراني، ما انتهى إلينا من مسند مكحول الشامي مولى هذيل يكنى أبا عبد الله، مكحول عن أبي الدرداء، 4/ 336، الحديث4487، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، 1405هـ – 1984م)

(الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، باب ألف، 1/ 47، الحديث549، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1406 هـ – 1986م)

[24] (الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، باب الصاد، 2/ 406، الحديث3805، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1406 هـ – 1986م)

[25] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الثالث: في اللباس، الفصل الأول: في آدابه، فرع في العمائم، 15/ 308، الحديث41146، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ – 1985م)

[26] (الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، باب الراء، 2/ 265، الحديث3233، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1406 هـ – 1986م)

قَالَ: فَأَحِبَّهَا وَأَعْزِزْهَا تُجِلَّ وَتُوَقِّرْ وَتُكْرِمْ، وَلَا يَرَاكَ الشَّيْطَانُ إِلَّا وَلِيًّا- وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: صَلَاةُ تَطَوُّعٍ أَوْ فَرِيضَةٍ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً بِلَا عِمَامَةٍ، وَجُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِينَ جُمُعَةً بِلَا عِمَامَةٍ- يَا بُنَيَّ اعْتَمَّ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَشْهَدُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مُعْتَمِّينَ فَيُسَلِّمُونَ عَلَى أَهْلِ الْعَمَائِمِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ-[27]

یعنی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کر کے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیرے گا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ، بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (رواہ ابن عساکر والدیلمی وابن النجار)

ان کے علاوہ اور بھی بہت احادیث مبارکہ ہیں جنہیں فقیر نے "تاج الکرامته من تعمم العمامة" میں درج کیا ہے اور یہ احادیثِ مبارکہ فقیر نے مرقات شرح مشکوۃ، ص ۲۳، جلد چہارم اور صاحبِ مرقات رحمۃ اللہ تعالی کے رسالہ المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة (قلمی) اور فتاوی رضویہ شریف، جلد ۳، صفحہ ۷۶ تا ۷۷ سے نقل کی ہیں۔

ازالہ وھم: بعض قلیل المطالعہ لیکن مُحب، رطب اللسان عوام کی نظر میں علماء اور حقیقت بین نظروں میں جہلاء، اس قسم کی احادیث کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف، موضوع، مجروح ہیں وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق جوابات حاضر ہیں۔

1) عمامہ شریف کی احادیث مختلف طریق کے لحاظ متواتر فی المعنی کا درجہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی بن سلطان محمد القاری الحنفی صاحبِ مرقاۃ شرح مشکوۃ اپنے رسالہ "المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة" (قلمی) میں لکھتے ہیں:

إِنْ ثَبَتَ فِي الْأَخْبَارِ وَالْآثَارِ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَعَمَّمَ بِالْعِمَامَةِ مِمَّا كَادَ أَنْ يَكُونَ مُتَوَاتِرًا فِي[28]

یعنی آثار واخبار سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر عمامہ مبارک استعمال فرماتے اور یہ ثبوت (وباصطلاح فن حدیث) متواتر المعنی کے طور پر حاصل ہوا ہے۔

جب عمامہ شریف کی سُنت تواتر سے ثابت ہے تو اِس کا انکار کس درجہ اشد واکبر (سنگین وبڑا) گناہ ہوگا۔ اس وجہ سے فقہاء کرام نے عمامہ شریف کے استخفاف اور استحقار کو کفر لکھا ہے، چنانچہ خاتم الفقہا والمفتین حضرت علامہ سید زین العابدین ردالمحتار اور نہر الفائق علی بحر الرائق نے وجیز للکردری سے نقل کر کے لکھتے ہیں: لَوْ لَمْ يَرَ السُّنَّةَ حَقًّا كَفَرَ لِأَنَّهُ اسْتِخْفَافٌ.[29]

---

[27] (تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف العين، عبدان بن زرين بن محمد أبو محمد الأذربيجاني الدويني المقرىء الضرير، 37/ 354، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415 هـ - 1995 م)
(الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، باب الألف، 1/ 202، الحديث767، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1406 هـ - 1986م)

[28] (المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة (قلمي)، ص2، مكتبة الأستاذ الدكتور محمد بن تركي التركي)

[29] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة، 1/ 474، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

یعنی اگر کوئی عَمامہ شریف کی سنیت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اس لئے کہ عَمامہ شریف کی سنیت کا استخفاف واستحقار کفر ہے۔

2) عَمامہ تو عَمامہ (سبحان اللہ) ارسالِ عذبہ (یعنے شملہ چھوڑنا جو کہ عَمامہ کی فرع اور سنت غیر مؤکدہ ہے) کے متعلق علماء کرام نے فرمایا کہ اس کے ساتھ استہزاء بھی کفر ہے۔

كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ الْفُقَهَاءُ الْكِرَامُ وَأَمَرُوا بِتَرْكِهِ حَيْثُ يَسْتَهْزِئُ بِهِ الْعَوَامُ كَيْلَا يَقَعُوا فِي الْهَلَاكِ بِسُوءِ الْكَلَامِ[30]

اگرچہ ان میں روایات ضعیفہ بھی ہیں، لیکن طرق متعددہ کی وجہ سے مرتبہ حسن بلکہ صحیح کے درجہ میں پہنچی ہیں، چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة (قلمی) میں لکھا ہے کہ وَكَذَا وَرَدَ تَحْرِيضُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّعَمُّمِ فِي أَحَادِيثَ كَثِيرَةٍ، وَلَوْ مِنْ طُرُقٍ ضَعِيفَةٍ يَحْصُلُ مِنْ مَجْمُوعِهَا قُوَّةٌ تَرْتَقِي إِلَى مَرْتَبَةِ الْحُسَنِ بَلِ الصِّحَّةِ۔[31]

3) اور وہ سب روایات ضعیف بھی نہیں بلکہ ان میں بکثرت سنداً صحیح بھی ہیں مثلاً ہم نے جو حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اُوپر لکھی ہے صحیح ہے؟ کیونکہ اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب اور نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی مخالفت علاوہ ازیں خاتم الحفاظ امام جلال الملتہ والدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا اور وہ اپنی اس کتاب کے خطبہ میں لکھتے ہیں:

فَتَرَكْتُ الْقِشْرَ وَأَخَذْتُ اللُّبَابَ، وَصُنْتُهُ عَمَّا تَفَرَّدَ بِهِ وَضَّاعٌ أَوْ كَذَّابٌ۔[32]

یعنی میں نے اس کتاب میں پوست (غیر ضروری) چھوڑ کر خالص مغز (خلاصہ یا اصل) لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا ہے جسے کہنا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

4) دورِ سابق میں بعض نے صرف پگڑی اُتار کر چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھا تو فقہاء کرام کے ہدف ملامت ٹھہرے چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة میں لکھتے ہیں کہ وَأَمَّا مَا أَحْدَثَهُ فُقَهَاءُ زَمَانِنَا مِنَ الْهَيْئَةِ، يَأْتُونَ الْمَسْجِدَ بِعِمَامَةٍ كَبِيرَةٍ يَضَعُونَهَا، وَيَلُفُّونَ بِلِفَافَةٍ صَغِيرَةٍ وَيُصَلُّونَ بِغَيْرِ عِمَامَةٍ؛ فَمَكْرُوهٌ غَايَةَ الْكَرَاهَةِ.[33]

5) بلکہ بعض یمنی مشائخ نے صرف ٹوپی کی عادت بنائی تو بھی فقہاء کی ملامت سے نہ بچ سکے چنانچہ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات، ص۴۲۷، ج۴ میں لکھتے ہیں: لَكِنْ صَارَ شِعَارًا لِبَعْضِ مَشَايِخِ الْيَمَنِ، وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَقَاصِدِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ[34]

(النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، 1/ 200، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

30) ترجمہ: جیساکہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے اور وہاں اسکے ترک کا حکم دیا جہاں عوام اس پر مذاق کرتے ہوں تاکہ وہ اس کلام بد سے ہلاکت میں نہ پڑیں۔

(فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، 6/205تا209، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

31) (المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة (قلمي)، ص2، مكتبة الأستاذ الدكتور محمد بن تركي التركي)

32) (الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير، خطبة المؤلف، 1/ 5، دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، 2015م)

33) (المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة (قلمي)، ص5، مكتبة الأستاذ الدكتور محمد بن تركي التركي)

34) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، 7/ 2778، دار الفكر، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

فائدہ: جب واضح ہو گیا کہ پگڑی باندھنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے اور ٹوپی مشرکین اور کفار کی وضع اور بعض ٹوپیاں فساق اور مبتدعین کا شعار مثلاً گوگ گاندھی اور نہرو اور دیگر ہندوؤں، مشرکین، کفار کی سی ٹوپیاں پہنتے ہیں اور ایسا فعل مکروہ ہے جیسے علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: فَالْمُسْلِمُونَ يَلْبَسُونَ الْقَلَنْسُوَةَ وَفَوْقَهَا الْعِمَامَةَ، أَمَّا لِبَاسُ الْقَلَنْسُوَةِ وَحْدَهَا فَزِيُّ الْمُشْرِكِينَ، فَالْعِمَامَةُ سُنَّةٌ[35]

یعنی مسلمان ٹوپیاں پہن کر اُوپر سے عمامے باندھتے ہیں۔ تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے اور جو فعل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنتِ مواظبہ کا خلاف یقیناً مکروہ ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ بحر الرائق، ص ۳۴، ج ۳ میں لکھتے ہیں:

أَنَّ السُّنَّةَ إِذَا كَانَتْ مُؤَكَّدَةً قَوِيَّةً لَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ تَرْكُهَا مَكْرُوهًا كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ.[36]

یعنی بے شک وہ فعل سُنتِ مؤکدہ ہے اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔

جس زمانہ میں سُنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت یک لخت ترک کر دے اُس سُنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنا تو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے اب دیکھئے عوام کے علاوہ اکثر علماء و مشائخ کے سروں سے پگڑی اُتر چکی ہے۔ بجائے اس کے کہ علماء و مشائخ ہمارے ساتھ مل کر پگڑی کی اہمیت بیان کریں۔ سختی سے اس عمل کے کاربند بنیں نہ کہ اُلٹا سُنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو موقع دیں کہ اتنا تب ہی تو وہ کہیں گے جب علماء و مشائخ کے سروں پر پگڑی نہیں، کیا ضروری ہے کہ اتنی تکلیف گوارہ کریں۔ اس طرح سے پگڑی باندھنے کی سُنت کی اہمیت یکسر ذہنوں سے نہ صرف اُتر جائے گی بلکہ دورِ حاضر کا ماڈرن مسلم اپنی تائید پیش کرے گا کہ علماء و مشائخ عمل نہیں کرتے۔ اس طرح سے سُنت زندہ کرنے کے بجائے اُس اہمیت کو سخت دھچکا لگے گا۔ جس عمل کے ساتھ کسی غیر مذہب والے کے ساتھ تشابُہ (مشابہت) لازم آتا ہو تو اُس عمل سے بچنے کے لئے شدید تاکیدیں واقع ہوتی ہیں مثلاً نماز میں مُنہ اور ناک بند رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح سے مجوسیوں سے مشابہت ہوتی ہے، کیونکہ وہ آگ کی پرستش کے وقت اُس کے دھویں سے بچنے کے لئے مُنہ اور ناک بند رکھتے ہیں۔ اب ہمیں اس فعل سے روکا گیا۔ اسی طرح کمر میں کپڑا باندھنا مکروہ ہے اسی طرح امام کا طاق (محراب) میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ اس میں اہلِ کتاب سے تشابہ ہوتا ہے۔ جب اہلِ اسلام کو کیا غیر مسلموں کے شعار کے تشابہ سے روکا گیا تو پگڑی نہ باندھنا اور سر پر ٹوپی وغیرہ متبدعین کا شعار نہیں ہے تو پھر اہلِ اسلام کیوں غیروں کو خوش کرتے ہیں اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف۔

اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کے رسالہ سلب الغواية عن مسلک اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کیجئے۔

تتمہ

عاشقِ نبی ﷺ اور محبِ شریعت کیلئے مذکورہ بالا تحریر سے ثابت ہوا کہ پگڑی باندھنا اور اسکے نیچے ٹوپی استعمال کرنا سچے عاشق اور صحیح اِتباع کی علامت ہے۔

---

35) (التيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الفاء، فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم، 2/ 179، مكتبة الإمام الشافعي – الرياض، الطبعة: الثالثة، 1408هـ – 1988م)

36) (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قتل الحية والعقرب في الصلاة، قوله وعلى بساط فيه تصاوير إن لم يسجد عليها، 2/ 34، تصوير: دار الكتاب الإسلامي)

مسئلہ: نماز میں عَمامہ کا استعمال نماز کے مستحبات سے ہے جس کے ترک سے نماز میں خلل تو در کنار کراہت بھی نہیں، کیونکہ یہ سنن زوائد سے ہے اور اُصولِ فقہ کے قاعدہ کی بناء پر سنن زوائد کا حکم مستحبات کا ہے، چنانچہ در مختار میں ہے:

(وَلَهَا آدَابٌ) تَرْكُهَا لَا يُوجِبُ إِسَاءَةً وَلَا عِتَابًا كَتَرْكِ سُنَنِ الزَّوَائِدِ، لَكِنَّ فِعْلَهَا أَفْضَلُ۔ [37]

یعنی نماز کے مستحاب بھی ہیں ان میں کسی ایک کے ترک سے نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ عتاب جیسے سنن زوائد کا ترک لیکن افضل ہے ان پر عمل کرنا۔

ردالمحتار شامی، ج۱ میں ہے: وَالسُّنَّةُ نَوْعَانِ: سُنَّةُ الْهُدٰى، وَتَرْكُهَا يُوجِبُ إِسَاءَةً وَكَرَاهِيَةً كَالْجَمَاعَةِ وَالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَنَحْوِهَا. وَسُنَّةُ الزَّوَائِدِ، وَتَرْكُهَا لَا يُوجِبُ ذٰلِكَ كَسَيْرِ النَّبِيِّ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فِي لِبَاسِهِ وَقِيَامِهِ وَقُعُودِهِ. وَالنَّفْلُ وَمِنْهُ الْمَنْدُوبُ يُثَابُ فَاعِلُهُ وَلَا يُسِيءُ تَارِكُهُ الخ [38]

یعنی سنت دو قسم کی ہے:

(1) سنتہ الہدی جس کا ترک گناہ اور مکروہ ہے جیسے نماز باجماعت اور اذان واقامت وغیرہ۔

(2) سنت زوائد ان کا ترک نہ گناہ ہے اور نہ مکروہ، جیسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ لباس وغیرہ میں اسی طرح نوافل اور مندوب کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے عامل کو ثواب ملتا ہے لیکن ترک پر گناہ نہیں۔

مسئلہ: رومال اگر ایسا بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں کہ سر کو چھپالیں تو وہ عَمامہ کے حکم میں ہے اگر چھوٹا ہو کہ جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں تو لپیٹنا مکروہ ہے جیسا کہ ملا علی القاری رحمہ اللہ الباری کی عبارت المقالة العَذْبة في العِمامة والعَذْبة (قلمی) ابھی گذری اور حدیث شریف بھی بیان ہوئی کہ

فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ [39] یعنی ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عَمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

اور حضرت سیدی شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

إِنَّ تَعْمِيمَ مُشْرِكِي الْعَرَبِ ثَابِتٌ مَعْلُومٌ، فَالْمَعْنَى أَنَّا نَجْعَلُ الْعَمَائِمَ عَلَى الْقَلَانِسِ وَهُمْ يَتَعَمَّمُونَ بِلَا هَا۔ [40]

یعنی مشرکینِ عرب کا پگڑی پہننا معلوم ہے معنی یہ ہوا کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر پہنتے ہیں اور وہ پگڑیاں ٹوپیوں کے بغیر پہنتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بڑے رومال کے نیچے ہو تو نماز جائز ہے ورنہ مکروہ، خالی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا خلافِ سُنت ہے، لیکن سابقاً معلوم ہوا کہ پگڑی سنن زوائد سے ہے اس کے ترک سے نماز میں خلل نہیں آتا اور نہ کراہت، لیکن خلافِ اُولی ضرور ہے۔

---

37) (الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص65، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ – 2002 م)

38) (كتاب حاشية ابن عابدين = رد المحتار ، كتاب الطهارة، سنن الوضوء، 1/ 103، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ – 1966 م)

39) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، الفصل الثاني، 2/ 1244، الحديث3440 ـ(37)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

40) ترجمہ: مشرکین عرب کا عَمامہ باندھنا ثابت ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ ہم ٹوپیوں پر عَمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپیوں کے بغیر۔ (فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، 7/360تا364، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عقلی دلیل: امام صاحب قوم کے نمائندہ ہوتے ہیں مقتدیوں کے آگے آگے بارگاہ حق میں حاضری دینے والے۔ اگر وہ ایسی ہیئت میں جائیں کہ جس سے دربار نفرت کرے تو ایسا نہ جانا اچھا۔ کچہریوں میں، دفتروں میں اور درباروں میں جانے کے لئے ہمارے دور میں جن لباسوں سے نفرت کی جاتی ہے ایسے لباس پہن کر وکلاء، اُمراء، درباری لوگ نہیں جاتے، بلکہ ایسے ویسے لباس والے کو ساتھ لے جانے سے بھی گھبراتے ہیں، مگر افسوس ہے ہمارے ائمہ پر کہ دربارِ حق میں حاضر ہوتے ہیں، نمائندہ بن کر لیکن اس لباس میں نہیں جاتے جو ان کے آقا کو محبوب ہے یعنی اُس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب لباس، ہاں ائمہ و علماء، وحفاظ نیز مشائخ نے جواز کی راہ ڈھونڈلی اور چلے گئے ایسے لباس میں جس سے اُن کے آقا کو نفرت ہے یعنی اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین انگریز، ہندو اور یہود کے لباس میں اگر وہ آقا کریم نہ ہوتا تو جیسے ہمارے دور میں اعلیٰ افسرون کے سامنے اُن کے مطلوب لباس میں اگر نہ جانے والوں کو دُھتکارا جاتا ہے وہاں بھی ایسے ہی ہوتا لیکن یہ صدقہ ہے امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اُنہوں نے کئی راتیں آنکھوں پر کاٹ کر کھڑے کھڑے گزار دیں کہ سب العالمین ان کی اُمت کے ساتھ رحمت سے پیش آئے، چنانچہ وہاں سے وعدہ ہو گیا کہ اس کی دربار میں جس رنگ میں جائیں تو ان کے لئے رکاوٹ نہیں۔ اب اس کا معنی یہ نہیں کہ ہم اس کے دربار میں عالمی حال میں جائیں، بلکہ اس شان میں حاضری دیں کہ وہ دیکھتے ہی ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور اس کی دی صورت ہے کہ جس صورت میں اس کے پیارے حبیب کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے حکم فرمایا ہے ورنہ صرف جواز کو دیکھا جائے تو ننگِ سر بھی بہ نیت عجز وانکسار نماز جائز ہے جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ ننگِ سر نماز میں عرض کر دی ہے۔

اضافہ بعد استفاضہ

[رسول اللہ ﷺ کا عمامہ مبارک اور اُس کی تفصیل]

آخر میں فقیر اپنے پیارے رسول ﷺ کے عمامہ مبارک کے متعلق تفصیل عرض کرتا ہے تاکہ سُنتِ نبوی کے عامل کو اس پاک سُنت کے عمل میں آسانی ہو۔

عمامہ کا رنگ: سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ عمامہ باندھنے میں سُنت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی بعض نے کہا کہ جنگ اور غزوہ کے اوقات آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا۔ بعض نے کہا کہ خود (لوہے کی گول ٹوپی جو جنگ میں پہنی جاتی ہے۔) کے سبب سے جس کو آپ جنگ میں پہنے ہوتے تھے۔ دستار کا رنگ میلا اور سیاہ ہو جاتا تھا ورنہ وہ دستار سفید ہوتی تھی مگر ثابت یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی دستار پہنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پہننے کی دستار سات یا آٹھ ہاتھ بیان کی گئی ہے پانچوں نمازوں کے وقت دستار بارہ ہاتھ اور عید اور جمعہ کے روز کی چودہ ہاتھ اور جنگ وجدل کے وقت کی دستار پندرہ ہاتھ۔

علماء متاخرین نے تجویز کیا ہے، سلطان، قاضی، فقیہہ، مشائخ اور نمازی کو وقار، تمکین اور شان قائم رکھنے کے لئے اکیس گز تک لمبی دستار باندھنی جائز ہے اور دستار کی مسنون صورت یہ ہے کہ وہ لمبی ہو یا زیادہ چوڑی نہ ہو اور دستار کا عرض آدھ ہاتھ ہونا چاہئے۔ اس سے کسی قدر کم و بیش ہو تو کوئی حرج نہیں، اور اس کی لمبائی کم از کم سات ہاتھ ہو۔ اس گز کے حساب سے جو چوبیس (۲۴) انگل کا ہوتا ہے۔ مسئلہ سنت یہ ہے کہ عمامہ باطہارت باندھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر باندھے اور جب پیچ کھولے بیچ بیچ کر کے کھولے یکبارگی اتار نہ ڈالے، جب باندھنے میں بیچ پر بیچ باندھا گیا تو کھولنے میں بھی یہی ترکیب چاہئے۔ دستار باندھ چکنے کے بعد آئینہ یا پانی یا کسی اور عکس دار چیز میں دیکھ کر اس کو درست کرے اور شملہ رکھ کر باندھے شملہ میں اختلاف ہے۔ اکثر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسِ پُشت ہوتا ہے اور کبھی کبھی دائیں ہاتھ کی طرف اور بائیں طرف شملہ رکھنا غیر مسنون ہے اور شملہ کو وقتِ نماز سے مخصوص سمجھتا بھی

سُنت نہیں شِملہ لٹکانا مستحب ہے اور زوائد سنتوں میں سے ہے جس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اگرچہ اُس کے کرنے میں ثواب اور فضیلت بہت ہے اور روزہ میں لکھا ہے۔

وَإِنَّ الْمُسْتَحَبَّ إِرْسَالُ ذَنَبِ الْعِمَامَةِ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ. (41) یعنی دونوں کاندھوں کے درمیان شِملہ لٹکانا مستحب ہے۔

مشہور ہے کہ: مَنْ تَعَمَّمَ قَاعِدًا وَتَسَرْوَلَ قَائِمًا ابْتَلَاهُ اللهُ تَعَالَى بِبَلَاءٍ لَا دَوَاءَ لَهُ.

یعنی جو شخص بیٹھ کر عَمامہ باندھے یا کھڑے ہو کر پاجامہ پہنے اللہ تعالی اس کو ایسی بلا میں مبتلا کرے گا جس کا دفعیہ نہ ہو سکے گا۔(اور اگر معذور ہو تو جائز ہے۔)

اور بعض معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو اکثر اوقات سیاہ، سبز لباس میں مشہور نہ کرے یہ مکروہ ہے اور ممنوع ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (42)

یعنی جس شخص نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا اس کو اللہ تعالی قیامت کے دن ذِلّت کا کپڑا پہنائے گا۔

اور اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو منع نہیں اور سب سے اچھا لباس سفید ہے اور ایسی دستار یا پاجامہ اور پیرہن اور چادر کے ساتھ بادشاہوں یا امیروں کے گھر نہ جائے جو سیاہ یا سبز ہوں، کیونکہ یہ ممنوع ہے۔

ٹوپی کے احکام: ٹوپی دو قسم کی ہوتی ہے لاطیبہ دوسری ناشزہ۔ لاطیبہ اُسے کہتے ہیں جو سر سے ملی ہو اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سر پر رکھا اور ناشزہ وہ ہے جو سر سے ملی ہوئی نہ ہو بلکہ اُوپر کو اُٹھی ہوئی ہو اس کو رسول خدا نے بہت کم پہنا ہے اور بعض مشائخ اس کو پہنتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی لاطیبہ بھی جو آپ عَمامہ کے نیچے پہنتے تھے اور کبھی لاطیبہ کے بغیر بھی عَمامہ باندھ لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے عَمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی تھی، چنانچہ علما، شرکا، عرب اسی طریقے سے عَمامہ باندھتے تھے۔

مسئلہ: پسِ پُشت پر شِملہ لٹکانا مُستحب ہے سُنتِ موکدہ نہیں، رسول اللہ ﷺ بھی دستار کا شِملہ لٹکاتے تھے اور کبھی تہمیں فقہا کے پاس شِملہ کے لٹکانے کے متعلق قیاسی دلیلیں بہت ملیں گی وہ شِملہ انکا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں بعض بائیں طرف لٹکانا مستحب سمجھتے ہیں مگر اُس کی سند قوی اور معتبر نہیں۔ اگرچہ اس بارے میں بعض نے دلیلیں لکھی ہیں اور علماء متاخرین جہالِ زمانے کے طعن و تشنیع و تمسخر کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے سوا اور کسی وقت شِملہ لٹکانا لازم نہیں سمجھتے اور فتاوی حجت و جامع لکھا ہے: تَرْكُ الذَّنْبِ ذَنْبٌ، وَرَكْعَتَانِ مَعَ الذَّنْبِ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً بِغَيْرِ ذَنْبٍ. (43)

---

41) (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل العاشر في اللبس؛ ما يكره من ذلك، وما لا يكره، 5/ 340، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1424 هـ – 2004 م)

42) (سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب من لبس شهرة من الثياب، 2/ 1193، الحديث3607 ، المكتبة العلمية)

(سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، 4/ 44، الحديث4029، المكتبة العصرية)

43) مندرجہ ذیل کتاب میں یہ الفاظ "ترك الذنب ذنب" موجود نہیں۔

(صوب الغمامة في إرسال طرف العمامة ، رسالة في العمامة وفضلها وسننها للشيخ محمد بن علي البخاري،ص99، دار الكتب العلمية ـ بيروت، لبنان، 2016م)

سُنَّتُهُ أَنْوَاعٌ: لِلْقَاضِي قَدْرُ خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ إِصْبَعًا، وَلِلْعُلَمَاءِ سَبْعٌ وَعِشْرُونَ، وَلِلْخَطِيبِ إِحْدَى وَعِشْرُونَ، وَلِلْمُتَعَلِّمِينَ سَبْعَ عَشْرَةَ، وَلِلْعَوَامِّ سَبْعُ أَصَابِعَ، وَلِلصُّوفِيِّ الْعَاصِي أَرْبَعُ أَصَابِعَ. [44]

یعنی شِملہ نہ چھوڑنا گناہ ہے اور شِملہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا بلاشِملہ ستر رکعتوں سے افضل ہے اور شِملہ کی چھ اقسام ہیں۔ قاضی کے لئے پینتیس اُنگل کا شِملہ اور خطبہ خوان کے لئے اِکیس اُنگل کا اور عالم کے لئے ستائیس اُنگل کا اور طالبِ علم کے لئے سترہ اُنگل کا اور صوفی کے لئے سات اُنگل کا اور عام آدمیوں کیلئے صرف چار اُنگل کا دستار، اسے کو بیٹھ کر نہ باندھے اور پاجامہ کھڑے ہو کر نہ پہنے۔ چنانچہ علماء اور شرفاءِ عرب اسی طریق سے عَمامہ باندھتے ہیں۔

مسائل

(1) عَمامہ باندھنا سُنت ہے خصوصاً نماز میں کہ جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے عَمامہ کے متعلق چند حدیثیں اُوپر ذکر کی جاچکی ہیں۔

(2) عَمامہ باندھے تو اِس کا شِملہ پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکالے شملہ کتنا ہونا چاہئے اس میں اختلاف ہے زِیادہ سے زِیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔ [45] (عالمگیری)

(3) بعض لوگ شِملہ بالکل نہیں لٹکاتے یہ سُنت کے خلاف ہے اور بعض شِملہ کو اُوپر لا کر عَمامہ میں گھرِس (اٹکا) دیتے ہیں یہ بھی نہ ہونا چاہئے خصوصاً حالتِ نماز میں ایسا ہے تو نماز مکروہ ہو گی۔

(4) عَمامہ کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اسے اُتار کر زمین پر پھینک نہ دے بلکہ جس طرح لپیٹا ہے اُسی طرح اُدھیڑا (کھولا) جائے۔ [46] (عالمگیری)

(5) ٹوپی پہننا خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (عالمگیری) مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عَمامہ بھی باندھتے تھے یعنی عَمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور یہ فرمایا کہ ہم میں اور اُن (کُفار) میں فرق ٹوپی پر عَمامہ باندھنا ہے۔ یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے ہیں اور وہ صرف عَمامہ ہی باندھتے ہیں اُس کے نیچے ٹوپی نہیں رکھتے، چنانچہ یہاں کے کُفار بھی اگر پگڑی باندھتے ہیں تو اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے، مگر یہ قول صحیح نہیں کیونکہ مشرکین عرب بھی عَمامہ باندھا کرتے تھے۔

دستارِ فضیلت: آج سے کئی سال پہلے پگڑی کو عزت کا لباس سمجھا جاتا تھا۔ ہر چھوٹا ہو یا بڑا پگڑی باندھتا تھا۔ یہاں تک کہ غیر مسلم مثلاً ہندو اور سِکھ بھی سر پر پگڑی رکھتے تھے۔ خصوصاً جب اُن کو سفر پر جانا ہوتا یا کسی سے ملاقات کرنی ہوتی تو سر پر پگڑی رکھ کر جانا عزت و شرافت تصور کرتے تھے، بلکہ جب کسی رُوٹھے ہوئے دوست کو منانا ہوتا تو سر سے پگڑی اُتار کر اُس کے قدموں پر رکھ دیتے۔ پگڑی کی عزت کے پیشِ نظر سنگدل سے سنگدل آدمی کا دل بھی پسیج جاتا اور وہ فوراً اپنے دل سے کینہ باہر نکال کر پھینک دیتا اور اُٹھ کر بغل گیر ہو جاتا۔ دوست کو یا حاکم کو راضی کرنے اور منانے کے لئے یہ بڑا کامیاب حَربہ تھا۔ اور کئی

---

[44] (صوب الغمامة في إرسال طرف العمامة ، رسالة في العمامة وفضلها وسننها للشيخ محمد بن علي البخاري،ص102، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، 2016م)

[45] (الفتاوى العالمكيرية = الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية وهو مشتمل على ثلاثين بابا، الباب التاسع في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره،5/ 330، المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، الطبعة: الثانية، 1310 هـ)

[46] (الفتاوى العالمكيرية = الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية وهو مشتمل على ثلاثين بابا، الباب التاسع في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره،5/ 330، المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، الطبعة: الثانية، 1310 هـ)

لوگ پگڑی کے واسطہ سے لوگوں سے لڑکی کا رشتہ لینے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ پگڑی اتنا عزت کا لباس تھا کہ لوگ اس پر پاؤں نہیں رکھتے تھے اور جب سر پر باندھنا ہوتا تو تعظیماً کھڑے ہو کر باندھتے اور پھر آئینہ میں اپنا مُنہ دیکھتے تھے۔ سکولوں میں جو چھوٹے بچے پڑھتے تھے اُن کے سروں پر بھی پگڑی ہوتی تھی اور سکولوں کے اساتذہ کے سروں پر بھی پگڑی ہوتی اور پگڑی سے دو بڑے پُر وقار اور با ہیبت (با اثر) سمجھے جاتے تھے۔ حکام اور آفیسر بھی پگڑی رکھتے تھے اور دوکانوں میں پگڑیوں کے لئے خاص قسم کا کپڑا ہوتا تھا۔ کارخانوں میں پگڑیوں کے لئے مخمل سازی کی صنعت بڑے عروج پر تھی۔ اگر کسی غریب یا مفلِس مزدور کو مخمل کی پگڑی میسر نہ ہوتی تو وہ چادر یا پٹکا (پگڑی والا کپڑا) ہی ہے سر پر باندھ لیتا تھا لیکن ننگے سر پر پھرنا فرمانگی تصور کرتا تھا۔

جب پگڑی کا دور دورہ تھا اس زمانے میں کوئی شخص اگر برہنہ نظر آتا تو بُرا منایا جاتا اور اُس کو غُنڈہ یا کمینہ تصور کرتے تھے۔ اور بزرگ اُس کی خوب مرمت کرتے تھے۔ پگڑی کو دھو کر اس کو مایہ (کَلف) لگانا اور پھر ایک قرینہ سے اس کا چُننا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ رنگ ریزوں کا کام بڑے عروج پر تھا۔ اسکے پاس بھاری تعداد میں پگڑیاں رنگنے کیلئے یا مایہ لگانے کیلئے آتی تھیں اور اس کام سے ان کو فرصت نہیں ملتی تھی۔ عورتوں کے دوپٹوں کے رنگنے کا کام بھی رنگ ریز ہی کرتے تھے۔

ہائے افسوس! اب زمانہ ایسا آگیا ہے کہ مردوں کی پگڑی غائب اور عورتوں کا دُوپٹہ غائب ہو گیا ہے۔ مرد کا سر بھی ننگا اور عورت کا سر بھی ننگا ہو گیا ہے۔ مردوں کی بُزرگی جاتی رہی اور عورتوں کا حیا جاتی رہی۔ جو عورت دُوپٹہ والی ہوتی اس کو شریف اور شریف خاندان کی بہو سمجھا جاتا تھا۔ اس کے برعکس گانے بجانے والی اور ناچنے والی عورتیں ننگے سر ہوتی تھیں اور وہ بھی صرف اُس وقت سے جب وہ اپنا فن دکھاتی تھیں ورنہ عام حالات میں وہ بھی سر پر دُوپٹہ رکھنے کی عادی تھیں اس وقت کچھ نہ کچھ ان میں نسوانیت زندہ تھی۔ اب تو اس کا جنازہ نکل گیا ہے اس لئے دُوپٹہ اُڑ گیا ہے۔ اِدھر دُوپٹہ اُڑا اُدھر دستار اُڑی۔ زن و مرد نے جو مساوات کی مثال قائم کی اس کی کوئی مثال نہیں۔

پگڑی اُچھالنا بھی ایک محاورہ تھا۔ ماضی بعید میں تھا۔ اب حال میں نہیں۔ اس کا مطلب کسی کی بے عزتی کرنا ہوتا تھا۔ عزت کو پگڑی کا عنوان دیا جاتا تھا۔ پگڑی اُچھالنا سے عزت اُچھالنا مفہوم ہوتا تھا۔ انگریز کے عہد حکومت تک تو پگڑی عزت بن کر آدمی کے سر پر زینت بنتی رہی ہے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام سے لیکر اولیاء، علماء، صلحاء، شہدار حمہم اللہ تک سب ہی دستارِ فضیات سے مزیّن نظر آتے ہیں۔ اس دور میں کہ پاکستانی حکومت کا دور ہے۔ ہم مسلمان پگڑی سے بیزار ہیں اور ہم میں جو بھی انبیاء و رسل علیہم السلام کا سا عمل تھا وہ جاتا رہا ہے۔ اب اکثر ننگے ہیں اس لئے اِس کا رواج ہو گیا ہے۔ سرداروں نے اس کو پسند کیا ہے اور ہم ہر بات میں سرداروں کی اِتباع کرتے ہیں۔

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِم یعنی لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شاہ تیمور لنگ کے عہد میں لوگوں نے لنگڑا کر چلنے کو اپنا فیشن بنالیا تھا۔ اس لئے کہ بادشاہ لنگڑا تھا۔ وہ لنگڑا کر چلتا تھا مگر یار لوگوں نے اس کو تہذیب کا رنگ دے دیا اور جو کوئی اس کے خلاف کرتا وہ غیر مُہذب کہلواتا تھا۔

آج پگڑی کے بارے میں بھی ہمارا ایسا ہی حال ہے۔ بڑوں کی دیکھا دیکھی چھوٹوں نے بھی دستار سے یارانہ توڑ لیا ہے۔ زمانہ سابق میں مداری بھی اپنے تماشائیوں کو پگڑی کا ایک کھیل دکھایا کرتے تھے۔ کسی کی پگڑی لیتے اور اُس کو تھوڑا تھوڑا پھاڑ کر ڈھیر کر دیتے تھے اور پھر اُس کو ثابت کر دیتے تھے اس پر اُن کو پر زور تالیوں سے داد ملتی تھی۔ اب تو وہ ہوا بھی حیران ہیں کہ کیا کریں جتنے تماشائی بیٹھے ہوتے ہیں کسی کے سر پر پگڑی نہیں ہوتی۔ بے چاروں نے بامرِ مجبوری یہ کھیل ہی ترک کر دیا ہے۔ ننگے سر والوں کی کثرت نہیں اکثریت ہے۔ یہ بات اس لئے کہی ہے کہ ہم میں مولوی یا صوفی یا شیخ قسم کے دیندار جو ہیں انہوں نے

ایک درمیانی راہ اختیار کی ہے کہ حضور علیہ کاالصلوۃ والسلام کا قول ہے: خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا- [47] یعنی نہ وہ ننگے سر والوں میں ہیں کہ یہ بدعتی ہیں اور نہ وہ پگڑی والوں میں ہیں کہ اب وہ ہے نہیں انہوں نے ٹوپی کو زیبِ سر بنایا ہے۔اور اس میں بھی تمام علماء ومشائخ کا اتفاق نہیں ہے۔

سب سے اعلی ٹوپی جناح کیپ سمجھی جاتی ہے۔یہ عموماً علماء ومشائخ میں جو نوجوان صاحبزادے ہیں، وہ پہنتے ہیں۔اس کے بعد کپڑے کی ہے۔اس کی وضع اور تراش میں بھی بہت اختلاف ہے اور پھر رنگوں میں بھی اختلاف ہے۔

ایک تو وہ ہے جو حجاج کرام تبرک کے طور پر حرمین شریفین سے لاتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو یہاں پاکستان میں جنم لیتی ہے۔ان میں بعض مُدَوَّر یعنی گول ہیں اور بعض کشتی نما ہیں۔اس درمیانی راہ میں چلنے والوں کا کہنا ہے کہ اس سے نماز بلا کراہت جائز ہے۔اس لئے کہ کتبِ فتاوی میں لکھا ہے یہ ٹھیک ہے، اس جواز کا انکار نہیں، مگر اس میں فضیلت کا اقرار بھی نہیں۔فضیلت ہے تو پگڑی ہی میں ہے۔ہم ذیل میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کی روشنی میں علماء کرام کی جن کا قول سند کا حکم رکھتا ہے۔تصریحات پیش کرتے ہیں۔

حضرت رُکانہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ- [48] (رواہ ترمذی)

یعنی ہمارے اور مشرکوں کے مابین فرق یہ ہے کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر باندھتے ہیں اور وہ ٹوپی کے بغیر پہنتے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے اصحاب سر پر پگڑیاں باندھتے تھے اور اس وقت کے مشرکین اور بت پرست بھی پگڑیاں باندھتے تھے۔ان سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے مسلمان ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھتے تھے۔یعنی پہلے سر پر ٹوپی رکھتے اور پھر اُس کے اُوپر پگڑی باندھتے تھے۔ٹوپی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک ٹوپی وہ ہے جو سر سے چپٹی ہوئی ہوتی ہے اور ایک وہ ہے جو سر سے اُٹھی ہوئی ہوتی ہے۔

امام جزری رحمۃاللہ علیہ نے کہا کہ بعض علماء نے ٹوپی پر پگڑی باندھنے کو سُنت کہا ہے اور صرف ٹوپی پہننا مشرکوں کا لباس کہا۔ [49]

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عَمامہ کے نیچے ٹوپی رکھتے تھے اور ٹوپی کے بغیر بھی دستار باندھنا آپ سے روایت کیا گیا ہے۔ [50] دستار کے نیچے رکھنے کی بعض نے یہ توجیہ بیان کی ہے تاکہ دستار بالوں کے تیل سے آلودہ نہ ہو۔اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بالوں کو تیل لگانے کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دستار کے بغیر صرف ٹوپی کا پہننا روایت نہیں کہ اس جہت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ٹوپی کا پہننا مشرکوں کا لباس ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، پگڑیاں عربوں کا تاج ہیں۔اب تو عربوں نے بھی دستار کو ترک کر دیا ہے۔حالانکہ دستار ان کے آباؤ اجداد کا لباس تھا اور وہ ان کے لئے باعثِ فخر وزینت لباس تھا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ اہلِ عرب کی عزت کا راز دستار میں ہے۔جب دستار کو اُتار پھینکیں گے تو ذلیل ہوں گے۔ہو سکتا ہے آج اہلِ عرب کی ذلت وشکست اور بنی اسرائیل کے ان پر اور تَغَلُّب (غلبہ ہونے) کا ایک سبب یہ بھی ہو۔اس لئے یہ بھی سمجھا گیا ہے کہ قومی اور ملکی لباس عزت

---

47) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، باب الترجل، 7/ 2822، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

48) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، الفصل الثاني، 2/ 1244، الحديث3440 ـ(37)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

49) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2777، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

50) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2774، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

ہے۔آج ہم نے اپنا قومی لباس چھوڑ دیا ہے اور غیر ملکی لباس اپنالیا ہے، بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں پاکستان میں سنا ہے کہ ایسے ہوٹل ہیں کہ ان میں کُرتہ چادر یا شلوار پہنچنے والے اور پگڑی پہننے والے کو داخل ہونے کا حکم نہیں، وہ کتنا رئیس کیوں نہ ہو؟ آج اس کی عزت ہے جس نے شرٹ، کوٹ، پینٹ پہنی ہوئی ہو مسٹر یا سر یا جناب کے معزز القاب وخطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ عوام کی دفتروں میں کوئی عزت نہیں۔ کلرک ان سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ قیامت کے دن پگڑی کے ہر پیچ کے بدلے ایک نور دیا جائے گا۔[51] ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ صاحبِ عَمامہ کی نماز فرض ہو یا نفل پچیس درجہ اس نماز سے افضل ہے جو عَمامہ کے بغیر ہو اور عَمامہ کے ساتھ جمعہ کی نماز ستر جموں کے برابر ہے جو بغیر عَمامہ پڑھے ہوں یہ تمام روایات عَمامہ کی متعلق فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔[52]

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دستار کا ٹوپی کے بغیر باندھنا خلافِ سُنت ہے۔اس لئے کہ حدیث کے مطابق وہ مشرکین کا اور بعض شہروں میں بدعتیوں کا لباس ہے اور یہ بھی لکھا ہے یمن کے بعض مشائخ کا شعار ہو گیا ہے کہ وہ بغیر ٹوپی کے دستار باندھتے ہیں۔اللہ ہی ان کو بہتر جانتا ہے حضور علیہ الصلوہ السلام کا عَمامہ ایک چھوٹا تھا اور ایک بڑا تھا۔ چھوٹا چھ گز کا تھا اور بڑا دس گز کا ہوتا تھا۔[53] اس کو نووی نے ذکر کیا ہے ورنہ کسی حدیث میں اِس کا ذکر نہیں۔

هٰذَا مَا رَقَمَهُ الْقَلَمُ

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ

بہاولپور، پاکستان

---

51) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2778، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

52) (تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف العين، عبدان بن زرين بن محمد أبو محمد الأذربيجاني الدويني المقرىء الضرير، 37/ 354، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415 هـ - 1995 م)

(الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، باب الألف، 1/ 202، الحديث767، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1406 هـ - 1986م)

53) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس ، 7/ 2778، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)